سیرت اہلبیتؑ میں تربیت اولاد کے اصول

علی ہمت بناری[1]

خلاصہ

ہم اس مقالہ میں اہلبیت علیہم السلام کی حیات طیبہ سے تربیت فرزند کے کچھ اصولوں کو آپ کے سامنے پیش کریں گے جیسے کہ تربیت کا مناسب ماحول فراہم کرنا کیونکہ تربیت ایک پیچیدہ اور سلسلہ وار عمل ہے۔ روک تھام، تربیت کے دوران ہونے والی غلطیوں کی شناخت اور ان کا ازالہ اور تکریم یعنی فرزند کی حرمت کو کبھی بھی پامال نہیں ہونا چاہیئے۔

تربیت کا سب سے اہم اصول اس کا تدریجی ہونا ہے یعنی تربیت کے اصول کو مرحلہ بہ مرحلہ اور عمر کے تقاضوں کے لحاظ سے نافذ کیا جائے گا۔ تربیت کے سلسلہ میں دوسرا اہم موضوع بچوں کی صلاحیتوں کو مد نظر رکھنا ہے۔اس کے علاوہ سن تمیز تک پہنچنے سے قبل بچوں کو اپنی پسندیدہ سرگرمیوں کے لئے اجازت دینی چاہیئے۔

کلیدی کلمات: تربیت اولاد، تربیتی اصول، آزادی، طرز زندگی، اہلبیت، نفسیات

۱-اس مقالہ کو ڈاکٹر خان محمد صادق جونپوری صاحب نے فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

مقدمہ

گذشتہ دو دہائیوں سے طرز زندگی کی اصطلاح زیادہ توجہ کا مرکز بن گئی ہے۔ طرز زندگی سے مراد ذاتی اور سماجی میدان میں انسان کا برتاؤ ہے تا کہ وہ کسی خاص مقصد کو حاصل کر سکے۔ انسان اپنی زندگی میں بیرونی عناصر اور گذشتہ اور حال کے افراد کو اپنے لئے نمونہ عمل بناتا ہے۔

ایک مسلمان انسان کے لئے بھی طرز زندگی بہت اہم ہے۔ بے شک ایک مسلمان کی سبک زندگی کے انتخاب کے لئے پیغمبر اسلامؐ اور اہلبیت علیہم السلام بہترین نمونہ عمل ہو سکتے ہیں۔ اہلبیت علیہم السلام کی زندگی کے مختلف پہلو ہیں اور ان میں سے ایک پہلو خانوادہ اور بچوں کی تربیت کا موضوع ہے۔

اہلبیت علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضراتؑ نے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ایک خاص طریقہ اپنایا ہے اور خاص تربیتی طریقوں کو بروئے کار لائے ہیں۔ اس مقالہ میں ہم تربیت فرزند کے سلسلہ میں اہلبیت علیہم السلام کی زندگی سے مأخوذ کچھ اصولوں کو بیان کریں گے۔

۱. مناسب ماحول کی فراہمی:

کسی بھی کام کی انجام دہی کچھ مقدمات، شرائط اور ماحول پر منحصر ہوتی ہے اور ان شرائط کے فراہمی کے بغیر اس کام کو انجام دینا ناممکن ہے۔ تربیت بہت ہی پیچیدہ اور کثیر جہتی عمل ہے اور مختلف عناصر اور پس منظر اس پر اثر انداز ہوتے ہیں لہٰذا کوئی بھی تربیتی منصوبہ بندی ماحول اور شرائط کو مد نظر رکھے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔

سیرت اہلبیت علیہم السلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تربیت ایک ایسا عمل ہے جس کے مختلف مراحل ہیں اور ماحول بنانے کی اصل ان تمام مراحل میں نافذ ہوتی ہے۔ ہر مرحلہ میں کچھ ایسے تربیتی اقدامات اور سرگرمیاں تیار کی گئی ہیں جن کے بغیر اگلے مراحل میں کامیابی نہیں مل سکتی ہے۔

اس نقطہ نظر سے تربیت کے بعض شرائط بچے کی پیدائش سے پہلے بلکہ انتخاب ہمسر کے وقت فراہم کئے جاتے ہیں اور بعض بچپن اور نوجوانی کے مرحلہ میں فراہم ہوتے ہیں تا کہ فرد بلوغ کے لئے آمادہ ہو سکے۔

چنانچہ امام صادقؑ سے منقول ہے:

"لقمان حکیم نے اپنے فرزند کو نصیحت کی کہ اے میرے بیٹے! اگر بچپن میں ادب سیکھو گے تو جوانی میں اس سے فائدہ حاصل کرو گے"۔[۱]

یہاں پر ایسے کچھ موارد کی طرف اشارہ کیا جائے گا جس سے یہ معلوم ہوگا کہ تربیت فرزند کے لئے مناسب ماحول کی فراہمی بہت اہم ہے۔

زوجہ کے انتخاب کے سلسلہ میں مردوں کو یہ نصیحت کی گئی ہے کہ ایسی عورتوں سے شادی کریں جو مستقبل میں ان کے بچوں کے لئے ایک مناسب اور شائستہ ماں بن سکیں۔ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے:

انظر فی أیّ شی تضع ولدک، فانّ العرق دسّاس۔

ترجمہ: دیکھو تم اپنا نطفہ کہاں قرار دے رہے ہو کیونکہ بے شک ہر چیز کی اصل اپنا کردار ادا کرتی ہے[۲]۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

اخْتَارُوا لِنُطفِكُمْ ... ۔ ترجمہ: اپنے نطفوں کے لئے مناسب ظرف انتخاب کرو...[۳]۔

سیرت اہلبیتؑ کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ اطہارؑ کی نظر میں زوجہ کا انتخاب بہت اہم ہوتا تھا یعنی اپنے فرزندوں کے لئے ایک شائستہ ماں کا انتخاب کرتے تھے۔ علی بن مہزیار امام ہادیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے اپنی والدہ کی شان میں فرمایا:

۱- یابنی ان تادبت صغیرا انتفعت به کبیراً۔ (مجلسی، محمد باقر، بحارالانوار، ج۱۳، ص۴۱۹)

۲- الابشیہی، شہاب الدین، المستطرف فی کل فن مستظرف (ج۲) ص۲۱۸

۳- حر عاملی، محمد، وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۱۴) ص۲۹

أُمِّي عَارِفَةٌ بِحَقِّي، وَهِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، لَا يَقْرَبُهَا شَيْطَانٌ مَارِدٌ، وَلَا يَنَالُهَا كَيْدُ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَهِيَ مَكْلُوءَةٌ بِعَيْنِ اللهِ الَّتِي لَا تَنَامُ، وَلَا تَتَخَلَّفُ عَنْ أُمَّهَاتِ الصِّدِّيقِينَ وَالصَّالِحِينَ۔

ترجمہ : میری ماں میرے حق کو جاننے والی اور اہل بہشت تھیں۔ شیطان ان کے قریب نہیں جاتا تھا اور صدیق و صالح افراد کی ماں کی صف میں تھیں[۱]۔

زوجہ کے انتخاب کے بعد نطفہ کے انعقاد کے مرحلہ میں بھی اہلبیت علیہم السلام نے کچھ باتوں کے خیال رکھنے کا حکم دیا ہے تاکہ ایک صحیح سلامت فرزند پیدا ہو سکے۔ امام محمد باقرؑ سے منقول ہے :

إِذَا أَرَدْتَ الْجِمَاعَ فَقُلْ اللَّهُمَّ ارْزُقْنِي وَلَداً وَاجْعَلْهُ تَقِيّاً لَيْسَ فِي خَلْقِهِ زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ وَاجْعَلْ عَاقِبَتَهُ إِلَى خَيْرٍ۔

ترجمہ : جب ہمبستری کا ارادہ کرو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اے اللہ مجھے پاک و پاکیزہ فرزند عطا کر اور اس کی عاقبت بخیر فرما[۲]۔

اس کے علاوہ نطفہ کے انعقاد کے مناسب وقت اور صحیح جگہ کے بارے میں بھی اسلام نے کچھ احکام بیان کئے ہیں اور فقہی کتب میں مکروہات و مستحبات آمیزش کے باب میں ان کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے[۳]۔

دوران حمل بھی تربیت فرزند کے سلسلہ میں بہت اہم ہے ۔ماں کے لئے غذائیت سے بھرپور کھانا، بعض کھانوں کا ہونے والے بچے کی شخصیت پر اثرانداز ہونا وغیرہ۔

چنانچہ رسول خداؐ نے حمل کے آخری مہینوں میں کھجور کھانے کی تاکید ہے :

اَطْعِمُوا الْمَرْأَةَ فِي شَهْرِهَا الَّذِي تَلِدُ فِيهِ التَّمْرَ فَإِنَّ وَلَدَهَا يَكُونُ حَلِيماً نَقِيّاً۔

ترجمہ : حمل کے آخری مہینوں میں اپنی بیویوں کو کھجور کھلاؤ جس سے بچہ بردبار اور پاک و پاکیزہ ہوگا[۴]۔

۱۔ طبری آملی، محمد بن جریر، دلائل الامامۃ، ص۱۴۰، ح۳۶۹
۲۔ طوسی، محمد حسن، تہذیب الاخبار (ج۷) ص۴۱۱
۳۔ طباطبائی یزدی، محمد کاظم، العروۃ الوثقی، ص۸۰۰-۸۰۱
موسوی خمینی، روح اللہ، تحریر الوسیلہ (ج۲) ص۳۷۸
۴۔ طبرسی، فضل بن حسن، مکارم الاخلاق، ص۸۸

تربیت فرزند کے سلسلہ میں اسلامی اصول و قواعد بچے کی پیدائش سے قبل اور بعد دونوں مرحلوں پر محیط ہیں۔ نمونہ کے طور پر رسول خداؐ سے مروی ہے:

"بچے کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے"[۱]۔

اس کے علاوہ بچے کی پیدائش کے ایک ہفتہ کے اندر اور خاص کر ساتویں دن کے لئے کچھ سنتوں کا ذکر ملتا ہے۔ بچے کو خاک شفا، آب فرات اور کھجور کی گھٹی پلانا[۲]۔ اس کا اچھا نام رکھنا[۳]، عقیقہ کرنا اور سر کے بال منڈوانا اور اس کے وزن کے برابر سونا یا چاندی خیرات کرنا[۴]، ولیمہ کرنا[۵]۔

جب بچہ ممیّز ہو جاتا ہے تو اس میں اچھائی اور برائی کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا اس کو اسلامی احکام و قوانین سے روشناس کرایا جاسکتا ہے۔ اس مرحلہ میں اسلام نے کچھ ایسی باتیں بیان کی ہیں جن سے بچہ مرحلہ بلوغ کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی مشق کرائی جائے۔

امام صادقؑ سے منقول ہے:

اِنّا نَاْمُرُ صِبْیانَنا بِالصَّلاۃِ اِذا کانوا بَنی خَمْسِ سِنینَ، فَمُرُوا صِبْیانَکُمْ بِالصَّلاۃِ اِذا کانوا بَنی سَبْعِ سِنینَ۔

ترجمہ: ہم اپنے بچوں کو پانچ سال کی عمر سے نماز کا حکم دیتے ہیں لیکن تم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز پڑھنے کا حکم دو[۶]۔

ظاہر ہے کہ پانچ سال یا سات سال کی عمر میں نماز واجب نہیں ہے بلکہ بلوغ کے بعد واجب ہو گی لیکن حضرتؑ نے بلوغ سے قبل اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کی مشق کرانے کا حکم دیا ہے تا کہ آہستہ آہستہ وہ نماز سے مانوس ہو جائیں اور ایسا نہ ہو کہ بالغ ہونے کے بعد اچانک انہیں نماز اور اس کے مختلف احکام کا سامنا

۱-وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۱۵) ص۱۳۶
۲-ایضاً، ص۱۳۸
۳-ایضاً، ص۱۴۰
۴-ایضاً
۵-ایضاً، ص۱۴۲
۶-کلینی، محمد بن یعقوب، کافی (ج۳) ص۴۰۹

کرنا پڑے اور ان کے لئے سارے احکام کی رعایت مشکل ہو جائے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ہم بچے کے لئے ماحول فراہم کررہے ہیں تا کہ وہ نماز سے مانوس ہو سکے اور بالغ ہونے کے بعد اسے نماز پڑھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

اسی طرح حلبی نے امام صادقؑ سے بچوں کے روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ نَأْمُرُ صِبْيَانَنا بِالصَّوْمِ إِذا كانوا بَنِي سَبْعِ سِنِينَ بِما أَطاقوا مِن صيامِ الْيَوْمِ إِن كانَ إِلى نِصْفِ النَّهارِ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذلِكَ أَوْ أَقَلَّ، فَإِذا غَلَبَهُمُ الْعَطَشُ وَالْغَرَثُ أَفْطَروا، حَتّى يَتَعَوَّدُوا الصَّومَ وَيُطيقوهُ، فَمُروا صِبيانَكُم إِذا كانوا بَنِي تِسْعِ سِنِينَ بِالصَّومِ مَا اسْتَطاعوا مِن صيامِ الْيَوْمِ، فَإِذا غَلَبَهُمُ الْعَطَشُ أَفْطَروا۔

ترجمہ: ہم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر سے اور ان کی جسمانی طاقت کے اعتبار سے روزہ کا حکم دیتے ہیں جہاں تک وہ برداشت کر سکیں چاہے وہ آدھے دن یا اس سے زیادہ یا کم روزہ رکھیں۔ جب ان پر بھوک و پیاس کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ افطار کر لیتے تھے۔ یہ حکم اس لئے تھا تا کہ وہ روزہ سے مانوس ہوں لہٰذا تم اپنے بچوں کو نو سال کی عمر سے روزہ کا حکم دو، جتنا وہ روزہ رکھ سکیں اور جب بھوک پیاس کا غلبہ ہو تو افطار کر لیں[۱]۔

اوپر بیان کی گئی ساری باتوں سے یہ معلوم ہوتا کہ انتخاب ہمسر یا بچے کی ماں کے انتخاب سے لیکر بچے کے حد بلوغ تک پہنچنے کے سارے تربیتی مراحل میں ایک ماحول بنایا جارہا ہے اور فضا ہموار کی جارہی ہے تا کہ اگلے مرحلہ کا تربیتی منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ یہاں تک کہ ہمارا فرزند بالغ ہو جائے اور شرعی و عرفی طور پر مستقل ہو جائے اور معاشرہ کا ایک مفید فرد بن سکے۔

۱-کافی (ج۳) ص۴۰۹

۲-روک تھام

جس طرح کسی بھی کام کی صحیح انجام دہی کے لئے کچھ شرائط اور سازگار فضا کی ضرورت ہوتی ہے بالکل اسی طرح کچھ ایسے امور بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں کامیابی نہیں ملتی ہے۔ انسان کے اندر خیر و شر دونوں پہلو پائے جاتے ہیں اور وہ شکر کرنے والا یا نافرمانی کرنے والا بندہ بن سکتا ہے[۱]۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے تربیتی منشور کو اس طرح تیار کرے کہ منفی عناصر سے بچ سکے۔ اس کے لئے اسے ایسے عناصر کی شناخت کرنی ہوگی تاکہ ان کے منصہ ظہور میں آنے سے قبل ان کا ازالہ کر سکے۔

اہلبیت علیہم السلام اپنے تربیتی منشور میں جس طرح مثبت ماحول کی فراہمی کے لئے کوشش کرتے تھے بالکل اسی طرح منفی عناصر کے ازالہ کی بھی کوشش کرتے تھے اور بچے کی زندگی کے مختلف مراحل بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے اس سلسلہ میں اہتمام کرتے تھے۔

روایتوں میں ناصالح عورت سے شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ امام علیؑ نے بے وقوف عورت سے شادی کرنے سے منع کیا ہے:

إیّاکم وتزویج الحَمقاء؛ فإنّ صحبتَها بلاءٌ، و ولدَها ضیاعٌ۔

ترجمہ: بے وقوف عورت سے شادی کرنے سے بچو کیونکہ اس کی صحبت بلا اور اس کا بچہ ضایع ہے[۲]۔

ائمہ اطہار علیہم السلام نے انعقاد نطفہ کے لئے نامناسب وقت اور جگہ کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ مثال کے طور جس رات سفر کا ارادہ ہو اس رات ہمبستری کرنا مکروہ ہے۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

اجتنبوا الغشیان فی اللیلۃ تریدون فیہا السفر فان من فعل ذالک ثم رزق ولدا کان احولا۔ ترجمہ: جس رات تمہیں سفر پر جانا ہے، اس رات اپنی بیویوں سے ہمبستری کرنے سے گریز کرو کیونکہ اگر اس کی وجہ سے کوئی بچہ ہوگا تو وہ احول ہوگا[۳]۔

۱-سورہ دہر، آیت ۳

۲-کافی (ج۵) ص ۳۵۳

۳-موسوعہ کلمات الامام الحسین، ص ۷

حرام غذا بھی انحراف کا ذریعہ اور نطفہ میں شیطان کے شریک ہونے کا باعث ہے۔ تفسیر عیاشی میں وشارکھم فی الاموال و الاولاد[1] کے ذیل میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے:

ما کان من مال حرام فھو من شرکۃ الشیطان۔

ترجمہ: مال حرام سے منعقد ہونے والے نطفہ میں شیطان شریک ہوتا ہے[2]۔

اسی طرح رسول خداؐ نے بدکارہ اور دیوانی عورت کو اپنے بچوں کی دایہ بنانے سے منع فرمایا ہے:

تَوَقَوّْا اَولادَکُم لَبَنَ البَغِیَّۃ وَالمَجنُونَۃ، فَاِنَّ اللَّبَنَ یَعدی۔

ترجمہ: بدکارہ اور دیوانی عورت کو اپنے بچوں کی دایہ نہ بنانا کیونکہ دودھ کی ایک تاثیر ہوتی ہے[3]۔

رسول خداؐ نے بچوں کو برے القاب سے پکارنے سے منع فرمایا ہے:

بادِرُوا اَولادَکُم بِالکُنی قبل اَن تَغلِبَ عَلَیھِمُ الاَلقابُ۔

ترجمہ: اپنے بچوں کو اچھے الفاظ سے پکارو قبل اس کے کہ برے القاب ان پر حاوی ہو جائیں[4]۔

امام علیؑ نے اپنے بیٹے امام حسنؑ کے نام اپنے حکم میں جوانی میں بچے کے دل کے سخت ہو جانے کے امکان کی طرف اشارہ کیا اور نوجوانی میں اس کی روک تھام کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا:

وَ اِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ کَالْأَرْضِ الْخَالِیَۃِ مَا أُلْقِیَ فِیھَا مِنْ شَیْءٍ قَبِلَتْہُ فَبَادَرْتُکَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ یَقْسُوَ قَلْبُکَ وَ یَشْتَغِلَ لُبُّکَ لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَأْیِکَ۔

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۶۴

۲۔ عیاشی، محمد بن مسعود، تفسیر العیاشی (ج ۲) ص ۳۰۰

۳۔ طبسی، محمد رضا، درر الاخبار فیما یتعلق بحال الاحتضار (ج ۲) ص ۱۶۳

۴۔ متقی ہندی، علاؤالدین بن حسام الدین، المرشد الی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال (ج ۱۶) ص ۴۱۹

ترجمہ: بے شک نوجوان کا دل ایک تیار اور بنا بیج ڈالی زمین کی طرح ہے اور ہر طرح کے بیج کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے[۱]۔

اس دور میں بچوں کو جنسیات کے موضوع سے بچانے کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کا بستر الگ کر دیا جائے۔

پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے:

إذابَلَغَ أولادُكم سَبعَ سِنينَ ففَرِّقوا بينَ مضاجعهم۔

ترجمہ: جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دو[۲]۔

سن تمیز اور بلوغ کی دہلیز تک پہنچتے پہنچتے بچہ آہستہ آہستہ اپنے خیالات اور راستے کے انتخاب میں خود مختار ہو جاتا ہے اور مختلف آراء اور خیالات سے روشناس ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے صحیح انتخاب کے ماحول فراہم کریں اور اس سے پہلے کہ منحرف اور غلط خیالات انہیں گمراہ کر دیں، ان کو پاکیزہ افکار سے آشنا کریں اور کسی بھی طرح کی فکری اور نظریاتی انحراف سے بچائیں۔

امام صادقؑ نے اس سلسلے میں فرمایا ہے:

بادِرُوا اَحدَاثكُم بِالحَديثِ قَبلَ اَن تَسبِقَكُم اِلَيهِم المُرجِئَةُ۔

ترجمہ: اپنے نوجوانوں کو اسلامی روایات کی تعلیم دو اور اس کام میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ گمراہ دشمن تم پر غالب آجائیں اور ان کے غلط خیالات کو ان کے پاکیزہ ضمیر میں جگہ دیں اور انہیں گمراہ کر دیں[۳]۔

۱۔ نہج البلاغہ، نامہ ۳۱

۲۔ المرشد الی کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال (ج ۱۶) ص ۴۴۱

۳۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج ۱۲) ص ۲۴۷؛ ج ۱۵ ص ۱۹۶؛ ج ۱۸، ص ۶۲

بچے جب بڑے ہو جاتے ہیں اور نوجوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں تو یہاں بھی روک تھام کی اصل ہمارے بہت کام کی ہے۔ جوانوں کا سب سے اہم مسئلہ مناسب پیشہ کا انتخاب ہے۔ روایتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچوں کا والدین پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ ان کے لئے مناسب پیشہ کا انتخاب کریں جس سے انہیں سماجی حیثیت حاصل ہو۔

امام موسی کاظمؑ سے منقول ہے:

> "ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یا رسول اللہؐ اس بیٹے کا مجھ پر کیا حق ہے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: اس کا اچھا نام رکھو، اسے ادب کی تعلیم دو اور اسے مناسب سماجی حیثیت دو"[1]۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہوتا ہے:

> "ایک شخص اپنے بیٹے کے ہمراہ رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: میں نے اپنے بیٹے کو لکھنا پڑھنا سکھا دیا ہے۔ اسے کون سا پیشہ تعلیم دوں؟
>
> حضرتؐ نے فرمایا: اسے ایسا کام سکھاؤ جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو اور پانچ پیشوں سے دور رکھو: سیائی، صائغی، قصابی، حناطی، نحاسی۔ اس نے پوچھا: سیاء کیا ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو کفن بیچتا ہے اور میری امت کے لئے موت کی آرزو کرتا ہے۔ صائغ ایسا شخص ہے جو میری امت کا نقصان چاہتا ہے۔ قصاب وہ شخص ہے جو جانوروں کو ذبح کرتا ہے۔ حناط وہ شخص ہے جو غذا کو احتکار کرتا ہے۔ نحاس وہ شخص ہے جو غلام بیچتا ہے"[2]۔

والدین پر یہ فرض ہے کہ اپنے بچوں کے لئے مناسب پیشہ کا اہتمام کریں اور برے پیشوں کے اپنانے سے روکیں۔ اسی طرح کی حدیث اسحاق بن عمار نے امام صادقؑ سے نقل کی ہے۔

۱- تہذیب الاخبار (ج۶) ص ۳۶۲

۲- عطاردی قوچانی، عزیز اللہ، مسند الامام الکاظم ابی الحسن موسی بن جعفر (ج۲) ص ۳۹۱

۳۔اصل تکریم:

اللہ تعالیٰ، انسان کے لئے حرمت واحترام کا قائل ہے اور دینی احکام وفرامین میں انسان کی کرامت نفس وحرمت کی پاسداشت کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں تک کہ مؤمن کی حرمت کو خانہ کعبہ کی حرمت سے زیادہ بتایا گیا ہے اور جب تک مؤمن خود ایسا کام نہ کرے جس سے اس کی حرمت زائل ہو جائے ایسا کوئی کام جائز نہیں جس سے کسی مؤمن کی حرمت زائل ہو۔ جو شخص عزت نفس کا مالک ہوگا وہ گناہ اور غلط کاموں سے پرہیز کرے گا۔

امام علیؑ سے منقول ہے:

من کرمت علیه نفسه لم یهنها بالمعصیة۔

ترجمہ: عزت نفس کا مالک انسان گناہ کے ذریعہ اپنی شخصیت کو بے ارزش نہیں کرے گا[1]۔

کسی بھی طرح کے تربیتی کورس کو تیار کرتے وقت متربی کی عزت نفس کو دھیان میں رکھنا چاہئے کیونکہ ہر انسان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کرامت نفس اور معاشرہ میں مناسب حیثیت کا مالک ہو لہٰذا کوئی بھی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے اس عمل میں رکاوٹ پیدا ہو اور جس سے انسان میں غلط کام انجام دینے کی خواہش بیدار ہوتی ہو۔

امام علیؑ سے منقول ہے:

من هانت علیه نفسه فلا ترج خیره۔

ترجمہ: جو اپنی نفس کے سامنے ذلیل وخوار ہو گیا اس سے کسی طرح نیکی کی امید نہ رکھو[2]۔

اپنے وقار اور احترام کا تحفظ ہر عمر میں اہم ہے لیکن بچپن اور نوجوانی کے دور میں جو کہ بچوں کی شخصیت کی تشکیل کا دور ہے اس کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

ائمہ اہلبیتؑ کے کلام وسیرت میں بھی افراد خاص کر بچوں کے وقار کے تحفظ کی تاکید کی گئی ہے۔

۱۔آمدی، عبدالواحد، غرر الحکم و درر الکلم (ج۲) ص۷۱۲

۲۔نوری، میرزا حسین، مستدرک الوسائل (ج۱۱) ص۳۳۹

رسول خداؐ ارشاد فرماتے ہیں:

اکرموا اولادکم واحسنو آدابھم یغفر لکم۔

ترجمہ: اپنے بچوں کا احترام کرو اور ان کو ادب سیکھاؤ تا کہ تمہاری مغفرت ہوسکے[۱]۔

رسول خداؐ نے اپنے عمل سے بھی اس بات کو ثابت کیا ہے۔ آپؐ اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہرا(س) کا خاص احترام کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نقل ہوا ہے:

کانت اذا دخلت علی النبی قام الیھا فقبلھا واجلسھا فی مجلسہ۔

ترجمہ: جب بھی جناب فاطمہ (س) پیغمبر اکرمؐ کی خدمت حاضر ہوتی تھیں تو پیغمبر اکرمؐ آپ کے احترام میں اپنی جگہ سے اٹھتے تھے، ان کو بوسہ دیتے تھے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے[۲]۔

آپؐ اپنے نواسوں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے بہت احترام سے پیش آتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز سے منقول ہے کہ:

انہ کان جالسا فأقبل الحسن والحسین فلما رآھا النبی قام لھما واستبطأ بلوغھا إلیہ فاستقبلھما وحملھما علی کتفیہ وقال: نعم المطی مطیکما ونعم الراکبان أنتما۔

ترجمہ: پیغمبر اکرمؐ بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی وقت حسن و حسین آپ کی طرف آرہے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کی نظر جب ان پر پڑی تو ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے اور چونکہ وہ حضرات آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے لہٰذا پیغمبر اکرمؐ خود ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھے اور ان کو اپنی پشت پر سوار کیا اور فرمایا: کتنی اچھی سواری ہے تمہاری اور تم کتنے اچھے سوار ہو۔[۳]

۱۔ وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۱۵) ص۱۹۵
۲۔ بحار الانوار (ج۴۳) ص۲۵
۳۔ بحار الانوار (ج۴۳) ص۲۸۵

امام حسن مجتبیؑ مدینے کے بچوں کے احترام میں ان کی دعوت کو قبول کرتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تھے اور کبھی کبھی ان کو اپنے گھر بلاتے تھے۔ کچھ بچے مدینے کی گلیوں میں کھیل رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں روٹی کے ٹکڑے تھے۔ امام حسنؑ کا وہاں سے گزر ہوا۔ بچوں نے امامؑ کو کھانے کی دعوت دی۔ امامؑ نے ان کی دعوت کو قبول فرمایا اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ پھر آپ ان بچوں کو اپنے گھر لے گئے اور انہیں کھانا کھلایا اور لباس دیا اور فرمایا: ان کی دعوت زیادہ اہم تھی کیونکہ انھوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا مجھے دیا لیکن جتنا میں نے انہیں دیا اس سے زیادہ میرے پاس موجود ہے[1]۔

امام رضاؑ اپنے فرزند امام جوادؑ کے احترام میں انہیں نام سے نہیں پکارتے تھے بلکہ زیادہ تر کنیت سے مخاطب کرتے تھے۔ مثال کے طور پر فرماتے تھے۔ ابو جعفر نے مجھے لکھا یا میں نے ابو جعفر کے لئے یہ تحریر کیا۔۔[2]۔

۴۔ بچوں کی ظرفیتوں اور صلاحیتوں پر توجہ:

مختلف عمر کے بچوں میں مختلف صلاحیتیں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کسی بھی عمر کے گروپ میں انفرادی اور صنفی فرق بھی ایک نا قابل تردید حقیقت ہے۔ ان حقائق اور صلاحیتوں پر توجہ دئے بغیر، ان سے متعلق مسائل پر تربیتی پروگرام کا خاکہ تیار کرنا بے نتیجہ ہوگا۔ دوسری طرف، بچے، خاص طور پر بچپن اور جوانی میں، کچھ خاص پابندیوں کا سامنا کرتے ہیں اور ہر طرح کی سرگرمی کو انجام دینے سے قاصر ہوتے ہیں لہذا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی توقعات کو ان کی صلاحیتوں کی بنیاد پر رکھیں۔

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے:

> "اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرے اس شخص پر جو اپنے فرزند کو اچھائی کی راہ میں مدد کرے۔ سوال کیا گیا وہ کس طرح اس کی مدد کر سکتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا: اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اگر بچہ کوئی کام انجام دیتا ہے تو اسے قبول کر لے اور اگر کوئی

۱۔ابن ابی الحدید، عبدالحمید، بن ہبہ اللہ، شرح نہج البلاغہ (ج ۱۱) ص ۱۹۸

۲۔صدوق، محمد بن علی، من لایحضرہ الفقیہ (ج ۲) ص ۵۹۶

کام اس کی حد سے زیادہ ہے تو اسے معاف کرے۔ اسے ایسے کام کا حکم نہ دے جسے وہ انجام نہ دے سکتا ہو اور اسے بے وقوف نہ سمجھے[۱]۔"

اہلبیت علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے بچوں سے اس طرح برتاؤ کرتے تھے کہ عبادات کی انجام دہی ان پر سخت نہ ہو اور ایسے کام کا حکم نہیں دیتے تھے جو ان کی طاقت سے باہر ہو۔

امام سجادؑ کی سیرت میں نقل ہوا ہے کہ آپ بچوں کو نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اس طرح یہ بچے آسانی سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

حلبی نے امام صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ :

"ہم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر سے اور ان کی جسمانی طاقت کے اعتبار سے روزہ کا حکم دیتے ہیں جہاں تک وہ برداشت کر سکیں چاہے وہ آدھے دن یا اس سے زیادہ یا کم روزہ رکھیں۔ جب ان پر بھوک و پیاس کا غلبہ ہوتا تھا تو وہ افطار کر لیتے تھے۔ یہ حکم اس لئے تھا تا کہ وہ روزہ سے مانوس ہوں لہٰذا تم اپنے بچوں کو نو سال کی عمر سے روزہ کا حکم دو، جتنا وہ روزہ رکھ سکیں اور جب بھوک پیاس کا غلبہ ہو تو افطار کر لیں"[۲]۔

۵-اصل تدریج

انسان کی فطرت یہ ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے ماحول سے متأثر ہوتا ہے لیکن یہ تأثیر اچانک نہیں ہوتی بلکہ آہستہ آہستہ اثر انداز ہوتی ہے۔ اصل تدریج کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے تمام تعلیمی و تربیتی منصوبے اور اقدامات جو اساتذہ اور والدین کے ذریعہ اپنے بچوں پر مثبت اثر ڈالنے کے مقصد سے وضع کئے گئے ہیں ان کو عمر اور صنف کی شرائط اور ضروریات کے مطابق بتدریج نافذ کیا جانا چاہئے۔

۱-وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۱۵) ص۱۹۹ ۲-کافی (ج۳) ص۴۰۹

امام محمد باقرؑ سے منقول ہے:

"جب بچہ تین سال کا ہو جائے تو اس سے سات بار لا الہ الا اللہ کہلایا جائے۔ چار سال کی عمر میں بچے سے سات بار محمد رسول اللہ کہلایا جائے۔ پانچ سال کی عمر میں اسے قبلہ رخ کیا جائے اور اس سے سجدہ کرنے کو کہا جائے۔ چھ سال کی عمر میں اسے صحیح طور پر سجدہ اور رکوع کرنا سکھایا جائے۔ سات سال کی عمر میں بچے کو وضو کرنا سکھایا جائے اور اس کے بعد اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے"[1]۔

عبداللہ بن فضالہ سے منقول ہے کہ امام صادقؑ یا امام باقرؑ سے سنا ہے کہ: بچے کو سات سال کی عمر تک اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد اس سے وضو کرنے کو کہا جائے۔ جب بچہ نو سال کا ہو جائے تو اسے وضو کرنا سکھایا جائے اور اگر انکار کرے تو اسے تنبیہ کیا جائے۔ اسی طرح اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے اور انکار کرے تو اسے تنبیہ کیا جائے۔ جب بچہ وضو کرنا اور نماز پڑھنا سیکھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ کو بخش دے گا[2]۔

اس حدیث میں بچے کو وضو اور نماز سے آشنا کرنے کے مراحل اور اس کام کو مرحلہ وار انجام دینے کی وضاحت کی گئی ہے۔ اگر والدین بچے کی صلاحیت و قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا کرتے ہوں لیکن بچہ اس معاملے میں کوتاہی کرتا ہے تو اس کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے اور اس حد تک سزا بھی دی جا سکتی ہے کہ اس کے منفی نتائج سامنے نہ آئیں۔

۶۔اصل آزادی اور زور زبردستی سے پرہیز:

انسان ایک صاحب ارادہ موجود ہے اور طبعی حالات میں اپنے انتخاب کی بنیاد پر عمل کرتا ہے اور کسی بھی طرح کی زور زبردستی سے گریزاں ہے۔ اسی وجہ سے اگر جبر و اکراہ کی بنیاد پر کوئی عمل اس سے سرزد ہوگا تو وہ دیرپا ثابت نہ ہوگا اور اس کی انجام دہی تبھی تک رہے گی جب تک زور زبرستی موجود ہے۔

۱۔مکارم الاخلاق، ص۱۱۵

۲۔وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ (ج۳) ص۱۳؛ بحار الانوار (ج۸۸) ص۱۳۲

اس موضوع کو بچے کی زندگی کے شروع کے سات سالوں کے تناظر میں دوسرے زاویے سے تجزیہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ بچہ اس دور میں ابھی حد تمیز تک نہیں پہنچا ہے اور اچھائی و برائی میں فرق نہیں کر سکتا ہے اور بہت سی اچھائیاں اور برائیاں اس کے لئے نامفہوم ہیں۔اس دور میں بچے کو آزادی عمل ملنی چاہئے تاکہ اپنی عمر کے مطابق مختلف سرگرمیاں انجام دے اور بے جا امر و نہی سے گریز کیا جائے اور ایسے آداب و رسوم اس پر نہ تھوپے جائیں جن کو سمجھنے سے وہ قاصر ہے۔

ائمہ معصومینؑ کی سیرت و کلام میں بھی اس نکتہ کی طرف توجہ دی گئی ہے اور بچے کے ابتدائی سات سالوں کو اس کے کھیل کود اور آزادی کا دور مانا گیا ہے۔امام صادقؑ سے ایک روایت میں منقول ہے:

دَعِ ابنَكَ يَلعَبُ سَبعَ سِنينَ۔ ترجمہ: اپنے بچے کو ابتدائی سات سال میں آزاد چھوڑ دو تاکہ کھیل کود سکے[1]۔

اس دور میں بچے کا مختلف سرگرمیوں میں حصہ لینے کا تجربہ اور اس کا شرارتی ہونا نہ صرف نقصان دہ نہیں ہے بلکہ بڑکپن میں بردباری اور قوائے عقلانی میں بہتری جیسے مثبت اثرات کا پیش خیمہ ہے۔

امام موسی کاظمؑ سے منقول ہے:

تُستَحَبُّ عَرَامَةُ الصَّبِيِّ فِي صِغَرِهِ؛ لِيَكُونَ حَلِيماً فِي كِبَرِهِ، ثُمَّ قَالَ مَا يَنبَغِي أَنْ يَكُونَ إِلَّا هَكَذَا۔

ترجمہ: بہتر ہے کہ بچہ اپنے بچپن میں چنچل رہے تاکہ بڑا ہو کر اس کے اندر بردباری پیدا ہو اور اس کے علاوہ کچھ مناسب نہیں ہے[2]۔

اسی طرح پیغمبر اسلامؐ سے منقول ہے:

عَرامَةُ الصَّبِيِّ فِي صِغَرِهِ زِيادَةٌ فِي عَقلِهِ فِي كِبَرِهِ۔

ترجمہ: بچپن میں بچے کا چنچل ہونا، جوانی میں اس کی عقل کی فزونی کا باعث ہے[3]۔

۱-کافی (ج ۶) ص ۴۸

۲-ایضاً، ص ۵۱

۳-ابن حیون، نعمان بن محمد، دعائم الاسلام (ج ۱) ص ۱۹۴

اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر بعض روایتوں میں بچے کی زندگی کے ابتدائی سات سالوں کو سیادت کا دور کہا گیا ہے۔
جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ہے :

الوَلَدُ سَيِّدٌ سَبعَ سِنِينَ ، و خادِمٌ سَبعَ سِنِينَ، و وَزيرٌ سَبعَ سِنِينَ۔ ترجمہ : بچہ سات سال بادشاہ، سات سال فرمان بردار اور سات سال وزیر ہوتا ہے[۱]۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن کا تقاضا یہ ہے کہ بچے پر کسی طرح کی زبردستی نہ کی جائے بلکہ اس کی جائز خواہشات کو پوری کرنی چاہیے۔
بعض روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب بچے کی عمر سات سال ہو جائے تو فوراً اسے حلال وحرام کی تعلیم دینی چاہیے۔ مثال کے طور پر امام صادقؑ سے منقول ہے :

اَلْغُلَامُ يَلْعَبُ سَبْعَ سِنِينَ وَيَتَعَلَّمُ الْكِتَابَ سَبْعَ سِنِينَ وَيَتَعَلَّمُ الْحَلَالَ وَالْحَرَامَ سَبْعَ سِنِينَ۔
ترجمہ : بچہ سات سال تک کھیل کود کرے۔ اس کے بعد سات سال تک لکھنا سیکھے۔ اور سات سال تک حلال و حرام کی تعلیم لے[۲]۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے پڑھنے اور دینی مسائل اور سماجی آداب ورسوم کو بچے کی عمر کے دوسرے سات سال میں شروع کرنا چاہیے اور اس سے پہلے دینی مسائل یا سماجی آداب ورسوم اور اخلاق کے سلسلہ میں بچے سے سختی سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ سیرت معصومین علیہم السلام میں اسی بات پر تاکید کی گئی ہے۔
سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچے ابتدائی سات سالوں میں آزاد رہیں اور مختلف تجربات حاصل کرنے کا انہیں موقع ملے۔ یہاں پر یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ آزادی سے مراد مطلق آزادی نہیں ہے جہاں دوسروں کے حقوق کی پامالی ہو یا ان کی آزادی میں خلل واقع ہو بلکہ بعض مواقع پر لازم ہے کہ بچے کو ابتدائی حد تک اچھے اور برے کے بارے میں بتایا جائے لیکن بہر حال سختی نہیں کرنی چاہیے۔

۱- دلائل الامامۃ، ص ۲۲۲ ۲- کافی (ج ٦) ص ۴۷

نتیجہ

ائمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میں تربیت اولاد کی ایک خاص اہمیت رہی ہے۔اس مقالہ میں ہم نے سیرت معصومینؑ سے مأخوذ بعض تربیتی اصول کو قارئین کے سامنے پیش کیا جیسے کہ ماحول بنانا، روک تھام، اصل تکریم، اصل تدریج ، متربی کی صلاحیتوں اور ظرفیت کا لحاظ کرنا، اصل آزادی وغیرہ۔اس مقالہ میں ہم نے مندرجہ ذیل اہم نکات کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱. تربیت اولاد ایک خطیر ذمہ داری ہے اور اس میں تسلسل بھی پایا جاتا ہے۔اگر والدین تربیت اولاد کے سلسلہ میں اپنے اہداف و مقاصد کو اچھی طرح حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے تربیت کے لئے درکار شرائط اور ماحول کو فراہم کریں اور یہ قانون اولاد کی تربیت کے مختلف مراحل میں نافذ ہے۔

۲. روک تھام کی اصل کے مطابق تربیت اولاد کے سلسلہ میں تربیتی اصولوں کے نفاذ کے لئے ماحول کی فراہمی کے علاوہ ،ایسے امور کی طرف بھی توجہ ضروری ہے جن سے تربیت کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔تربیت کی راہ میں حائل مختلف امور کی شناخت کر کے ان کا ازالہ کرنا بہت ضروری ہے۔

۳. اصل تکریم کے مطابق والدین پر یہ فرض ہے کہ اپنے بچے کے وقار کو برقرار رکھیں چاہے وہ عمر کے کسی بھی حصہ میں ہو۔

۴. بچے رشد و نمو کی عمر میں ہوتے ہیں اور ہر عمر میں ان کے اندر کچھ خاص صلاحیتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا تربیتی اصول کو تیار کرتے وقت اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ ہم جو تربیتی نصاب ان پر نافذ کر رہے ہیں کیا ان کی عمر کے مطابق ہے یا نہیں۔ان سے کسی ایسے کام کی توقع نہ رکھیں جسے انجام دینے کی صلاحیت ان کے اندر پائی نہیں جاتی ہے۔بچوں کی صلاحیتوں اور ظرفیتوں کے مطابق ان سے توقع رکھنی چاہئے۔

۵. تربیت ایک مستمر اور مسلسل عمل ہے جس کے اثرات اچانک سے مترتب نہیں ہوتے ہیں۔ اس قاعدہ کے مطابق تربیتی منصوبے قدم بہ قدم اور بچوں کی عمر، صنف اور جسمانی تقاضوں کے لحاظ سے نافذ ہوتے ہیں اور اس میں کسی طرح کی عجلت سے کام لینا صحیح نہیں ہے۔

٦. اصل آزادی کے مطابق والدین کو چاہئے کہ بچوں کو خاص کر ابتدائی سات سالوں میں اور سن تمیز تک پہنچنے سے پہلے ان کی من پسند سرگرمیوں کے لئے آزاد چھوڑ دیں اور ایسے سماجی و دینی آداب و رسوم کو ان پر نہ تھوپیں جسے وہ سمجھ نہیں سکتے ہیں۔

منابع و مآخذ

- قرآن مجید
- نہج البلاغہ
- آمدی، عبدالواحد، **غرر الحکم و درر الکلم**، انتشارات دار الحدیث، قم، ۱۳۸۹ش
- الابشیہی، شہاب الدین، **المستطرف فی کل فن مستظرف**، دار مکتبہ الحیاۃ للطباعۃ والنشر، بیروت، ۱۴۱۲ق
- ابن ابی الحدید، عبدالحمید، بن ہبہ اللہ، **شرح نہج البلاغہ**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۳۸۵ش
- ابن حیون، نعمان بن محمد، **دعائم الاسلام**، انتشارات دار الاضواء، بیروت، ۱۴۱۶ق
- بناری، علی ہمت، **نگرشی بر تعامل فقہ و تربیت**، مؤسسہ آموزشی پژوہشی امام خمینی، قم، ۱۳۸۸ش
- حر عاملی، محمد، **وسائل الشیعہ الی تحصیل مسائل الشریعہ**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق
- حسینی زادہ، سید علی، **سیرہ تربیتی پیامبر و اہل بیت** (ج۱) پژوہشگاہ ہمکاری حوزہ و دانشگاہ، قم، ۱۳۸۹ش
- شریفی، احمد حسین، **ہمیشہ بہار**، نشر معارف، قم، ۱۳۹۱ش
- صدوق، محمد بن علی، **من لایحضرہ الفقیہ**، انتشارات الامیرہ، بیروت، ۱۴۲۹ق
- طباطبائی یزدی، محمد کاظم، **العروۃ الوثقی**، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۹ق
- طبرسی، فضل بن حسن، **مکارم الاخلاق**، دار الحوراء، بیروت، ۱۴۰۸ق

❖ طبری آملی، محمد بن جریر، **دلائل الامامۃ**، مؤسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۸ق
❖ طبسی، محمد رضا، **درر الاخبار فیما یتعلق بحال الاحتضار**، مطبعہ النعمان، نجف، ۱۳۷۹ش
❖ طوسی، محمد حسن، **تہذیب الاخبار**، مکتبہ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۶ق
❖ عطاردی قوچانی، عزیز اللہ، **مسند الامام الکاظم ابی الحسن موسی بن جعفر**، آستان قدس رضوی، مشہد، ۱۴۰۹ق
❖ عیاشی، محمد بن مسعود، **تفسیر العیاشی**، مؤسسہ البعثہ، قم، ۱۴۲۰ق
❖ فاضلی، محمد، **مصرف و سبک زندگی**، نشر صبح صادق، قم، ۱۳۸۲ش
❖ کاویانی، محمد، **سبک زندگی اسلامی و ابزار سنجش آن**، پژوہشگاہ ہمکاری حوزہ و دانشگاہ، قم، ۱۳۹۱ش
❖ کلینی، محمد بن یعقوب، **کافی**، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۴۱۳ق
❖ لجنتہ الحدیث فی معہد باقر العلوم، **موسوعۃ کلمات الامام الحسین**، دار المعروف، قم، ۱۴۱۵ق
❖ متقی ہندی، علاؤ الدین بن حسام الدین، **المرشد الی کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال**، مؤسسہ الرسالہ، بیروت، ۱۴۰۹ق
❖ مجلسی، محمد باقر، **بحار الانوار**، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ق
❖ مصباح یزدی، محمد تقی، **فلسفہ تعلیم و تربیت اسلامی**، انتشارات مدرسہ، تہران، ۱۳۹۱ش
❖ مہدوی کنی، محمد سعید، **دین و سبک زندگی**، دانشگاہ امام صادق، تہران، ۱۳۹۰ش
❖ موسوی خمینی، روح اللہ، **تحریر الوسیلہ**، مکتبۃ الاسلامیہ، تہران
❖ نوری، میرزا حسین، **مستدرک الوسائل**، دار المطبعہ الاسلامیہ، تہران، ۱۳۸۳ش